Lesson 2: Nahl (Ayaat 22- 40): Day 8 سُوۡرَۃُ النّحل کی تفسیر

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾

اور (جب) پرہیز گاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ بہترین (کلام)۔ جو لوگ نیکوکار ہیں ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے۔ اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور پرہیزگاروں کا گھر بہت خوب ہے۔

زبان سے جملہ نہیں نکلتا سوائے ایک لفظ بھلائی کے، دین کے، قرآن کے، اسلام کے سنت پر عمل کے،۔ پیچھے ان کا جملہ تھا وَقَالُوٓا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ جب ان سے پوچھا جاتا کہ تمہارے رب نے کیا نازل ہے؟ تو وہ کہتے ہیں اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ لیکن یہ کہتے ہیں کہ یہ تو بھلائی ہے ان کے لئے کیا ہو گا؟

جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾

وہ بہشت جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں جو چاہیں گے ان کے لیے میسر ہو گا۔ خدا پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتا ہے۔

کیا لفظ يَدۡخُلُوۡنَهَ کی ادھر ضرورت تھی کیا صرف جَنّٰتُ عَدۡنٍ کافی نہیں تھا يَدۡخُلُوۡنَهَا کیوں کہا تا کہ تم تصور کرو کہ جب تم اس جنت کے دروازوں میں سے داخل ہو گئے تو کیا محسوس ہو گا۔ جب کسی بھی نئی جگہ پر جائیں تو سب سے زیادہ ایکسائٹمنٹ اس بات پر ہوتی ہے کہ آگے دیکھیں گے تو کیا ہو گا۔ اگر کسی نے نیا گر افال نہیں دیکھی تو کہہ سکتے ہیں جب ایک دم دیکھیں گے تو اسی میں ہی کھو جائیں گے۔ اسی

طرح ہم نے حرم کے نام سے صرف ایک کالے رنگ کا کمرہ دیکھا ہوا ہے۔ اگر جا کر دیکھیں تو اتنی وسیع جگہ ہے اور اتنے وسیع بر آمدے ہیں اور اس کے اندر جانا پڑتا ہے۔ ہر موڑ پہ دل موم کی طرح مٹھیوں میں بند ہو جاتا ہے اور جب آپ صحن اور دروازوں سے گزر کر بالکل کالے کمرے کے سامنے جاتے ہیں اس وقت کیا حال ہوتا ہے کہ رات کا وقت، اور ایک نور کی چادر تنی ہوتی ہے۔ لوگ سفید کپڑوں میں تڑپ رہے ہیں۔ رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔ کچھ دیر تو بندے کو ہوش ہی نہیں رہتی، تو يَّدۡخُلُوۡنَهَا اپنے وہ لمحے یاد کریں جب ہم جنت میں جائیں گے۔

اور آگے تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ اس کی کیا ضرورت تھی اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں صرف حسنہ مانگا تھا۔ یہ نہیں کہا تھا کہ اللہ دنیا دے اور ہر قیمت پر دے۔ بلکہ کہتے تھے کہ اللہ تیری رضا پر ملے گی تو پھر لے لیں گے اور پھر فائدہ ہو گا۔ تو ایسے لوگوں کو كَذٰلِكَ يَجۡزِى اللّٰهُ الۡمُتَّقِيۡنَۙ ایسے متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اَحۡسَنُوۡا اچھا عمل کیا۔ اَحۡسَنُوۡا کون ہے اس کی تفسیر اگلی آیت میں ہے؛

الَّذِيۡنَ تَتَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ طَيِّبِيۡنَ‌ۙ يَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمُ‌ۙ ادۡخُلُوا الۡجَـنَّةَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۳۲﴾

ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی جانیں نکالنے لگتے ہیں اور یہ (کفر و شرک سے) پاک ہوتے ہیں تو سلام علیکم کہتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے میں بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

اب ایسے نیک لوگوں کی موت کا وقت ہے۔

پچھلے انجام کو ذہن میں رکھتے ہوئے سوچیں ان کی روحوں کو جب فرشتے قبض کرتے ہیں الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے اس حال میں کہ وہ طیب ہوتے ہیں پاکیزہ ہوتے ہیں۔ یہ پاکیزگی کون سی ہے، ان کی روحیں پاکیزہ ہیں، اور ان کی زندگیاں پاکیزہ تھیں، ان کی سوچیں پاکیزہ، اور جسمانی پاکیزگی تھی۔ من پاکیزہ، صاف لوگ تھے، گندے لوگ نہیں تھے۔ گندی سوچیں نہیں تھیں اور ان کی نگاہیں گندی چیزیں نہیں دیکھتی تھیں اور ان کی زبانیں کلمہ طیبہ پڑھتی تھی لا الہ الا اللہ، يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یہ ہے۔

ایک دوسرا کردار اور اگر اب ہم ان دونوں کو تقابل پر رکھ کے دیکھیں۔ صرف دو لفظ کا فرق ہے اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ اور ساتھ طَيِّبِيْنَ ہے قرآن کا ہر حکم اس کو خیر لگتا ہے جس کی سوچ پاکیزہ ہوتی ہے اور جو عمل صالح کرنا چاہتا ہے تصور کریں دو لڑکیاں ہیں ایک کی سوچ پاکیزہ ہے اور فطری حیا اس کے اندر ہے، حضرت مریم کی طرح شروع سے ہی اس نے اپنی سوچوں اور نظروں کو پاک رکھا ہے۔ ابھی کوئی اس کے پاس کتاب نہیں تھی، کوئی دین نہیں تھا۔ صرف گھر کے ماحول میں سیدھی سادی پلی ہوئی لڑکی تھی۔ ہر وقت ماں باپ نے خیال سے پالا اور اس کے لئے ہر چیز صحیح رکھی۔ اب اس کی نظریں پاک ہیں۔ سکول کالج میں گئی بھی تو صرف کام سے کام رکھا۔ اس کی زندگی میں جب قرآن آئے گا تو اس کو قرآن پڑھ کے قرآن بہت آسان لگے گا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو کتاب حسنہ لگتی ہے۔ میرے رب نے احسن خیر نازل کیا ہے۔

اب اس کے بالکل اُلٹ دوسری بچی جس کا بالکل ماحول بدل چکا، اسلام پر بھی پتا نہیں تھی کہ نہیں۔ اب اگر اس کو کوئی مارے باندھے اسلام پر لے آئے اور آتے ہی قرآن کی وہ آیات پڑھ لے جو

ساری اس پر چوٹ ڈالیں تو اس کو یہ قرآن اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ لگے گا۔ آج کے دور میں کون عمل کرتا ہے اور کون برقعے اور حجاب پہنتا ہے. قرآن تو صرف ایک ہی ہے۔ فرق صرف ان کو اپنے پچھلے عمل سے لگا ہے۔ یہ ہے وہ فرق جو قرآن اپنے پڑھنے والوں کے اندر ڈال دیتا ہے۔

اپنے اوپر لیجیۓ، ہم بھی تو قرآن پڑھ رہی ہیں۔ سوچیۓ مجھے قرآن کے کتنے حکم آسان لگتے ہیں اور کتنے حکم اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ لگتے ہیں۔ عام دیکھنے کی بات ہے کہ جس کا منہ بخار کی وجہ سے کڑوا ہو جاتا ہے اس کو ہر چیز کڑوی لگتی ہے میٹھی چیز بھی ان کو کڑوی لگتی ہے۔ اسی طرح گناہ نیکیوں کو کڑوا بنا دیتے ہیں۔ ایک اور بات ان آیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یاد رکھیں کہ بعض دفعہ شروع میں نیکیوں سے محبت نہیں ہوتی لیکن آہستہ آہستہ قرآن پڑھتے پڑھتے ہو جاتی ہے۔ ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں کہ مجھے قرآن سے کتنی محبت ہوئی ہے؟

چند سوالات اپنے لیے لکھیں کہ اگر میں قرآن نہ پڑھ رہی ہوتی تو کیسی ہوتی۔ دوسرے لفظوں میں کہ کیا قرآن پڑھنے کے بعد میرے اندر کوئی تبدیلی آئی، سو فیصد لوگ کہیں گے کہ میرے اندر تبدیلی آئی۔ دوسرا سوال ہے جتنا میں نے سنا، کیا واقعی میرے اندر اتنی بڑی تبدیلی آئی ہے یا کم آئی ہے۔ اس پہ سوالیہ نشان لگائیں۔ جتنی بڑی نعمت ہوتی ہے، اتنے بڑے امتحانات ہوتے ہیں۔ کوئی 30 دن دورۂ قرآن کرلے تو تبدیلی آجائے، اُسکا عمل بدل جائے، اور کوئی ایک سال یا دو سال تک قرآن پڑھتا رہے، پڑھتا رہے اور اس کے اندر تبدیلی نہ آئے، تو دنیاداری کی نسبت سے خوش قسمت وہ ٹھہرا جس نے تھوڑے دن پڑھا اور اپنی زندگی درست کی اور چل پڑے۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے لونگ کورسیز نہیں کرسکتے لیکن ایک دفعہ کا قرآن اُن کی زندگی کے اندر ہلچل

مچا دیتا ہے۔ بڑی بڑی چیزیں ان کے اندر سے نکل جاتی ہیں اور آگے بھی تعلق قائم رہے تو چھوٹی صفایاں بھی ہو جاتی ہیں۔ قیامت کے دن وہ لوگ ہم سے آگے نکل جائیں گے۔ علم وہی فائدہ دے گا جس پہ عمل ہو گا۔

اب اپنے آپ کو ذرا 'طیب' کے ناطے سے چیک کر لیں کہ کیا میری نظریں ابھی بھی گندی تو نہیں ہیں۔ کسی لڑکے کو دیکھنا، کسی مرد کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا، ہیروز ہوں فلمیں ہوں، یا گانے ہوں، کیا میری نظریں طیب ہیں۔ کیا میں اب بھی کوئی ایسے سین دیکھتی ہوں جو مجھے نہیں دیکھنے چاہیے تھے۔ کیا میرے کان اب بھی کوئی ایسی چیزیں سنتے ہیں جو مجھے نہیں سننی چاہیے تھیں۔ کیا میرے دل میں ابھی بھی کوئی ایسے خیالات آتے ہیں۔ تو سوچئے جب موت کے فرشتے آئیں گے تو اس وقت کیا ہو گا۔ جو نیکی کرتا ہے، تو نیکی کرنے والے پر پلٹتی ہے۔ صحابہ کرام نے نیکی کی تو انہی کی خیر انہی کو پلٹ کر گئی۔ اسی طرح شر بھی پلٹتا ہے۔ آج میں اور آپ بدلیں نہ بدلیں لیکن آج سے ایک سال بعد خود ہم اپنے آپ کو چیک کریں گے۔ گھڑی کی سوئی کو ذہن میں رکھیے کہ وہ بارہ سے اسٹارٹ ہوتی ہے اور بارہ پر واپس آجاتی ہے۔ اسی طرح سرکل کاٹ کر ہم سب اپنی اصل پر آجاتے ہیں۔ اگر طیب بنیں گے تو آخر میں ہمارا انجام اچھا ہو گا اور اگر ہم قرآن کے ادھورے سفر کرتے رہیں گے جو ہماری زندگی کے اندر چینجز نہ لائیں، تو اس کا کیا فائدہ ہو گا۔

اس لئے اللہ تعالی کہتے ہیں کہ جنت تک جانے کی بات ہے۔ کم پر تو راضی ہی نہیں ہونا۔ ان آیتوں کو پڑھ کر حقیقت میں اللہ کی پسند کے کام کرنے کو دل کرتا ہے، نیکیوں سے محبت ہوتی ہیں اللہ تعالی نے اپنی پسند اور ناپسند کی پوری لسٹ اس قرآن میں دے دی ہے۔ بس اب ہر ایک اپنی چوائس اور اپنی

توفیق کے مطابق کر لے اور اگر اللہ سبحانہ وتعالی کوئی نعمت دے اور اس کو کوئی قبول نہ کرے۔ کوئی بندہ آپ کو کھانے کی چیز دے آپ اس کو کھائیں نہ کھائیں یا پھینک دیں لیکن آپ اس کے ہاتھ سے ضرور لے لیتے ہیں اور اگر آپ اس کے ہاتھ سے نہ لیں تو برا لگتا ہے۔

سوچیں اگر اللہ تعالی ہمیں نعمتیں دے رہا ہے تو اس کو لینے سے ہم انکار کریں گے؟ اور جب لے لی تو کیا اسکو پکڑ کر اس پر زندگی چلانے سے انکار کریں گے۔ یوں سمجھیں کہ قرآن پڑھ کر ہم وہ خوش قسمت لوگ بن گئے کہ جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالی نے اپنی پسندیدہ چیزیں پکڑا دیں۔ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے عمل کو دیکھیں۔ دنیا کی ساری جنگ طیب اور ناطیب پہ ہے۔ پیچھے سورۃ ابراہیم پڑھ چکے ہیں اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً وہاں بھی تو کلمہ طیب ہی تھا اور کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے۔ بندے کا سچا عقیدہ، شرک سے پاک ہونا چاہیے۔ معاملات کھرے ہونے چاہیے۔ اللہ کے خوف کے ساتھ لوگوں سے معاملات کریں۔ سوچیں بلند ہوں اور ہر وقت لوگوں کے ساتھ فائدہ دینے کا سوچیں۔ یہ ہے طیب زندگی، اور جس نے خود کو طیب بنالیا وہ دوسروں کے فائدے کا ضرور ہو گا۔ اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالی بتاتے ہیں کہ تم فکر کرو۔ اس قرآن نے ہمیں پاکیزہ کیا، مانجھا۔ اگر میں اس کتاب سے کٹی ہوتی تو کہاں پڑی ہوتی۔

ہم نے اپنے کلچر میں دیکھا ہے کہ عید کی راتیں بازار کی شاپنگ کرنا، مردوں کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دینا جس کو چاند رات کہتے تھے تو پھر سارا طیب پن ختم ہوا۔ یہ کتاب اور کچھ کرے نہ کرے لیکن انسان کو مجبور بنا دیتی ہے۔ تو اپنی چوائس چینج کریں۔ اگر کہیں کوئی گندگی پڑی ہوئی ہے تو اس کو اپنی زندگی سے ہٹائیں۔ میں اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتی ہوں۔ مثال سے سمجھیں کہ اگر آپ نے کہیں

سے کھانا لینا ہو تو آپ ہمیشہ صاف جگہ سے لیں گے۔ خود چاہے انسان کیسا بھی ہو لیکن وہ اپنے لئے طیب پسند کرتا ہے۔ سوچیں جب میری روح دنیا سے جارہی ہو گی تو فرشتے کیا کہیں گے يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اور حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان کے دنیا سے جانے کا وقت قریب ہوتا ہے تو فرشتہ جب اس کی روح کو کھینچتا ہے تو جسم تو اس کا بستر پر ہی ہوتا ہے اور روح باہر آجاتی ہے اور پھر وہ روح اس جسم کو مخاطب کرتی ہے اور اگر اس نے اچھے کام کیے ہوتے ہیں تو وہ اس کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ میں پاک جسم میں تھی۔ تو نے میرا بڑا خیال رکھا، تو نے مجھے ساری زندگی گناہوں سے بچایا۔ میں تجھے دعا دوں گی کہ جیسے تو نے میری حفاظت کی اب اللہ تیری حفاظت کرے۔

اور اسی طرح روایت میں آتا ہے پورا ایک مکالمہ ہے کہ جب بدروح کی روح جسم سے نکلتی ہے تو وہ کہتی ہے میں بڑے گندے جسم میں تھی۔ تو نے مجھ سے بڑے غلط کام کروائے۔ آج میں تجھے بددعا دیتی ہوں، جو تو نے میرا حال کیا اب اللہ تیرا بھی وہی حال کرے۔ یہ کوئی آسان معاملہ نہیں ہے۔ کئی لوگوں کی موت کی خبر سنتے ہی دل گواہی دیتا ہے کہ یہ طیب تھی اور کئی دیکھتے ہیں کہ مرتے وقت بھی اپنی نافرمانیوں میں لگے ہوتے ہیں۔ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں پاک اور ہمیں پاک سوچ عطا کرے اور ہمیں طیب کر دے۔ دل کس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ہم کدھر کھڑے ہیں سب سے زیادہ انسان کو اپنے دل کی خبر لینی چاہیے۔ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾ اور اگر اندر ایک گہرا سکون ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کا راستہ ٹھیک چنا ہوا ہے، لیکن اگر کوئی دل پر بہت بڑا بوجھ ہے، بہت بڑی خرابی ہے تو پھر فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جس ذات نے ہمارا حساب لینا ہے بہت بڑی ذات ہے۔

بعض دفعہ ہم اپنے ملکوں میں کال کرتے ہیں اور وہاں کوئی پریشانی کی بات سنتے ہیں تو دل پریشان ہوتا ہے تو خود سے پوچھئے کہ اپنی بہن کے غم کا مجھے زیادہ غم ہے یا مجھے اس کے بچوں کے نماز نہ پڑھنے کا زیادہ غم ہے۔

قرآن ایک اتنی خوبصورت سوچ دیتا ہے۔ آپ دنیا میں پھر کر تو دیکھیں۔ کبھی اللہ تعالی اتفاقاً ایسی جگہ پر لے جاتا ہے تو میں سسٹر کو دیکھتی ہوں کہ غیر مردوں کے سامنے جسم کھول کر پھرتی ہیں، تو میں کہتی ہوں کہ ان کو عقل نہیں ہے۔ ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں ہے کہ مجھے ایک غیر مرد چھو رہا ہے۔ کبھی کوئی کسی دن منظر دیکھ لیں تو کئی دن تک طبیعت پر بوجھ رہتا ہے۔ تو اس لیے تڑپنا ہے اور اپنے لئے شکر کریں۔ شکر میں کمی ہوگی تو آپ کے لیے یہ نعمت کم ہو جائے گی۔ کہ اللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے طیب کیا۔ آپ اپنی سب چیزوں کو چیک کریں۔ کپڑوں کو چیک کریں کہ یہ طیب ہیں۔ اپنے میک اپ، اپنی آرائش، اپنے گھروں کو چیک کریں کہ کیا یہ ایک طیب عورت کا گھر ہے، تو انشاءاللہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ ہم سب اللہ کے پاس ایک طیبین کی صورت میں پہنچیں گے اور یہ آیتیں اس لیے بھی زیادہ نشاندہی کر رہی ہیں کہ یہ مسلسل آخرت کے سفر کی ہیں۔ جیسے ایک ملزم ہے تو اس کو جیل میں ڈالنے سے پہلے حوالات میں رکھتے ہیں۔ تو یہ قبر کا معاملہ حوالات کا معاملہ ہے۔ وہاں سے پتہ چل جائے گا کہ اب سزا ملنی ہے یا معافی ہوگی۔ اب اگلی آیتوں میں ان دونوں کے اوپر ایک جنرل کمینٹ ہے سبق تو پورا ہو گیا لیکن آخری آیتوں میں اللہ تعالی بتاتے ہیں کہ قیامت کے دن اور کیا ہو گا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا یہ (کافر) اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس (جان نکالنے) آئیں یا تمہارے پروردگار کا حکم (عذاب) آ پہنچے۔ اسی طرح اُن لوگوں نے کیا تھا جو اُن سے پہلے تھے اور خدا نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

یعنی بارہ سال ہو گئے اس شخص کو دین کی دعوت دیتے ہوئے، دو تہائی کے قریب قرآن نازل ہو چکا ہے۔ ابھی تک ان کے دل نہیں کھل رہے اور ابھی تک دل بند کے بند ہیں تو اب کس چیز کا انتظار ہے؟ سوائے اس کے کہ فرشتے اللہ کا فیصلہ لائیں اور وہی بات جو سورہ فجر میں آتی ہے وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ اور تمہارا پروردگار (جلوہ فرما ہو گا) اور فرشتے قطار باندھ باندھ کر آموجود ہوں گے۔ اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن متنبہ ہو گا مگر تنبہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں (مل سکے گا)۔

جس کو ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، تو اس دن کیا فائدہ ہو گا۔ تو اللہ تعالی کہتے ہیں کہ اب یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ پچھلی قوموں کے ساتھ جو معاملہ ہوا تھا کیا وہ سب کچھ ان کے ساتھ ہو؟

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٤﴾ تو ان کو ان کے اعمال کے برے بدلے ملے اور جس چیز کے ساتھ وہ ٹھٹھے کیا کرتے تھے اس نے ان کو (ہر طرف سے) گھیر لیا۔

یعنی ان پر وہی عذاب آ گیا جس کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ کیا واقعی ان پر عذاب آئے گا۔ آج تو لوگ لفظ عذاب کو بھی بہت مائنڈ کرتے ہیں۔ اگر کوئی کہہ بھی دے کہ یہ تو اللہ کا عذاب ہے تو لوگ

کہتے ہیں یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں یہ کوئی آزمائش ہو سکتی ہے، ہماری نیکیوں کی وجہ سے اللہ نے ہماری پکڑ کی ہوئی ہے، اصل بات یہ نہیں ہے۔ ہم اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں گناہ دل کو سخت کر دیتے ہیں۔ دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ پھر انسان کو بڑی سے بڑی غلطیاں بھی نہیں دکھتیں۔

اللہ سے دعا ہے اللہ ہمارے دلوں کو ایسا بنا دے کہ ہلکا سا برا عمل بھی ہمارے دلوں میں چبھنے لگے۔

قیامت کے دن جو دنیا کے کام ہیں اُن میں اور سزا میں مماثلت ہو گی۔ جیسے حدیث میں آتا ہے کہ چغل خور کو قیامت کے دن کتے کی شکل کی طرح بنا دیا جائے گا کیونکہ کتا بھی تو ہر ایک کو دیکھ کر بھونکتا ہے۔ تو چغلخور شخص بھی بیٹھ کر طعنے دیتا ہے، چغلیاں کرتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ بے نمازیوں کا انجام فرعون، ہامان اور اس طرح بڑے بڑے طاغوتوں کے ساتھ ہو گا۔ کیونکہ وہ بھی بے نمازی تھے، اور یہ بھی بے نمازی ہیں۔ تو اللہ تعالی قیامت کے دن یہ سمجھا دے گا کہ یہ میرے کس گناہ کی سزا ہے مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اسی لئے کہا ہمیں دنیا میں یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ ہمارے کس گناہ کی سزا ہے۔ اگر تو آپ کا دل کھل رہا ہے تو اگر آپ کی جوتی کا کوئی تسمہ بھی ٹوٹ جائے گا تو آپ کو فوری خیال آئے گا کہ میرے کس گناہ کی وجہ سے ہے، جس کی وجہ سے میری جوتی کا تسمہ ٹوٹا ہے۔ فکر لگ جائے گی۔ اللہ ہمیں ایسا فہم دے دے کہ ہمیں اپنی غلطیاں خود نظر آنے لگ جائیں۔ پھر اگلی آیت؛

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو نہ ہم ہی اس کے سوا کسی چیز کو پوجتے اور نہ ہمارے بڑے ہی (پوجتے) اور نہ اس کے (فرمان

کے)بغیر ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔(اے پیغمبر)اسی طرح ان سے اگلے لوگوں نے کیا تھا۔تو پیغمبروں کے ذمے (خدا کے احکام کو)کھول کر سنادینے کے سوااور کچھ نہیں۔

یہ جملہ سب سے پہلے ابلیس نے بولا تھا کہ اللہ تعالی تو نے مجھے آدم کی وجہ سے مجھے مشکل میں ڈالا۔تو نے مجھے سجدے کا حکم کیوں دیااور سجدے سے انکار کرنے کی وجہ سے میں مارا گیا۔تونے کیوں دی یہ شریعت جس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے میں پھنسا۔تو قیامت کے دن بھی کچھ لوگ یہی کہیں گے اوراپنے جرم کا الزام اللہ کی ذات پر ڈال دیں گے۔یہ کہیں گے ہمیں ادھر کیوں ڈال دیا۔وہ کہیں گے کہ اللہ تو جو چاہتا تھاہو تا تھا،پھر اللہ ہمیں دنیا میں ہی کیوں نہیں روک لیتا تھا۔اور پھر ایک اور الزام اللہ تعالی کو لگائیں گے وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ اور نہ ہم حرام قرار دیتے اُس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو۔یعنی ہم نے جو دنیا میں حرام کھایا تھاوہ نعوذ باللہ اللہ کے حکم سے کھایا تھا۔جو ہم نے شرک کیاوہ بھی اللہ کے حکم سے کیا۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ اسی طرح لوگوں نے بھی کیا جو ان سے پہلے تھے۔

اللہ تعالی کہتے ہیں کہ یہ لوگ کوئی نئی بات نہیں کر رہے بلکہ پہلے لوگوں نے بھی یہی کی کیا تھاوہ بھی یہی کہتے تھے کہ اللہ ہم پر یہ باتیں ڈال دیتا ہےفَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پس نہیں ہے رسولوں پر کچھ ذمہ داری سوائے واضح طور پر پہنچادینے کے۔یہی بات دوبارہ دوہرادی۔

یہی بات دہرا لیجیے کہ اللہ تعالی کی مشیت اور اللہ تعالی کے رضا میں بڑا فرق ہے۔یہ لوگ اس بات کا فرق نہیں سمجھ سکے۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں جبراً روکے۔اس بات کو ہم ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ایک کلاس روم ہے اور اس کے اندر کچھ سٹوڈنٹ امتحانات دیتے ہیں۔اور ایگزمینر کیا کرتا ہے کہ کوئی نقل نہ کرے،لوگ ٹھیک رہیں،وقت پر ٹیسٹ دیں اور وقت پر جائیں۔اس ٹیسٹ میں آپ

اچھا لکھیں برا لکھیں ایگزیمنر اس سے آپ کو نہیں روک سکتا۔ اس مثال سے سمجھ لیجئے اللہ نے لوگوں کی گھات رکھی ہوئی ہے۔ پیپر اچھا لکھ رہے ہیں، برا لکھ رہے ہیں، اللہ نہیں روکتا۔ اچھا لکھیں گے تو اللہ تعالی خوش ہو گا، برا لکھیں گے تو وہ روکے گا نہیں۔ تو اللہ تعالی جبراً کوئی کام نہیں کرواتا۔

ورنہ بنی اسرائیل پر بھی تو پہاڑ کھڑا کیا تھا وہ تو ایک ڈراوے کے لئے تھا۔ اللہ تعالی نے مشرکین کا یہ اعتراض دور کیا کہ اللہ تعالی جبراً کوئی کام نہیں کرواتا۔ جو تم چاہتے ہو اللہ تعالی تمہارے لیے وہی کر دیتا ہے۔ کسی کو مجبور کر کے کوئی تبدیلی لائیں گے تو وہ ناپائیدار ہو گی۔ اگر کسی کو زبردستی حجاب پہنا دیا جائے تو مجبور ہو کے پہن لے گی لیکن جہاں موقع ملے گا وہ حجاب اتر جائے گا۔ تو چینج اس وقت قائم رہتا ہے جب استقامت ہوتی ہے۔ اس لئے اگلی آیت میں فرمایا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ دین پر نہیں جم پاتے؛

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۗ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾

اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ سو زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

اسی پیغام کو ہم آج کی زبان میں لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ لا، اصل میں طاغوت کے لئے ہوتا ہے۔ سارے طاغوتوں کو 'لا' کی تلوار سے کاٹو تو اللہ تعالی سمجھ آتا ہے۔ اور طاغوت کیا ہے؟ طاغوت کا لفظ طغیانی سے

ہے سرکش کے معنوں میں ہوتا ہے۔ ہر وہ جو اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت سے روکے۔ انسان ہیں، کوئی ریاست ہے، کوئی ادارہ ہے، حکومت ہے، قانون ہے، جو اللہ کے حکم سے آپ کو روکے وہ طاغوت ہے۔ ایسے طاغوتوں سے بچنے کا حکم ہے۔

پھر فرمایا فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ کچھ کو تو اللہ نے ہدایت دی یہ وہ گروہ ہے جن کا سب سے آخر میں ذکر ہوا وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ کچھ ایسے بھی ہیں جن پر گمراہی مسلط ہوئی۔ یہ سبق کے آغاز والے لوگ تھے۔ حقت سے مراد 'واجب ہو گئی'۔ یعنی ایک ہی دین تھا لیکن کچھ لوگوں کو اللہ نے ہدایت دے دی اور کچھ کو نہ ملی فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِ زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ کدھر سے گھومنے پھرنے کے ان کو دعوت دی جا رہی ہے۔ تجارتی قافلے جاتے تھے۔ اصحابِ حجر کی بستیوں سے گزرتے تھے۔ قومِ ثمود کے محلات کے کھنڈرات بھی انھوں نے دیکھے۔ قومِ مدین کا انجام ان کو پتہ تھا۔ ثمود اور عمورہ نام کی بستیوں سے کیا ہوا۔ مکہ والے یہ سب جانتے تھے۔ آخر میں اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کو کہتے ہیں بات تو پہنچا دی۔ آپ کا دل تو ہمیں پتہ ہے کتنا نرم ہے لیکن؛

اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰى هُدٰٮهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾

اگر تم ان (کفار) کی ہدایت کے لیے للچاؤ تو جس کو خدا گمراہ کر دیتا ہے اس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالی کا اصول ہے کہ وہ نہ چاہے تو ہدایت نہیں دیتا۔ اللہ تعالی کے دو نام ہیں الہادی اور المضل۔

دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ جو ہدایت لینا چاہتا ہے اللہ تعالی اس کے لئے ہادی بن جاتا ہے جو گمراہی لینا چاہتا جاتا ہے اللہ تعالی اس کے لیے مضل بن جاتا ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور ان کی کوئی مدد نہ ہو گی۔ یہاں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ تم ڈوبتے ہو تو ڈوبو، مرتے ہو تو مرو، جو کرتے ہو کرو۔ میں زبردستی نہیں لاتا۔

سورہ بقرہ آیت نمبر 7 میں ہم یہی پڑھ چکے ہیں خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ اللہ نے ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔ دعا کیجیے کہ کہیں اللہ نے ہمارے بھٹکنے کے فیصلے نہ کئے ہوں۔ سورۃ قصص آیت نمبر 56 میں بھی ہم پڑھیں گے اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ بے شک آپ راہ دکھا سکتے جس کو چاہیں مگر اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ یہاں سے ہمیں اللہ کے نبی کا بھی مقام سمجھ آگیا کہ وہ بھی جبری طور پر لوگوں کو پکڑ کے ہدایت پر نہیں لا سکتے اور یہ بات بہت دفعہ پیچھے بھی گزر چکی ہے۔ ان لوگوں کی ڈھٹائی کا کیا حال ہے؟

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿۳۸﴾ اور یہ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے خدا اسے (قیامت کے دن قبر سے) نہیں اٹھائے گا۔ ہرگز نہیں۔ یہ (خدا کا) وعدہ سچا ہے اور اس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

جَهْدَ کا لفظ پورے طور پر کوشش کرنا۔ اسی سے جُہد اور جہاد ہے اور محنت، پکی قسمیں اٹھاتے ہیں لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ کہ اللہ ہرگز موت کے بعد نہیں اٹھائے گا۔ یہ ان کی قسم تھی ان کو مرنے کے بعد

نہ اٹھنے کا اتنا ہی یقین تھا کہ وہ قسم کھالیا کرتے تھے۔ کہ اللہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرے گا یہی بات سورۃ الانعام آیت نمبر 29 میں ہم پڑھ چکے ہیں وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کئے جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا کی ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اللہ نے کہا بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ کیوں نہیں یہ وعدہ ہے اس کے ذمہ سچا اور تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ لیکن اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے۔ اس ساری چپقلش کا مقصد کیا تھا دس سال سے مسلسل نبی علیہ السلام لگے ہوئے ہیں لیکن لوگ نہیں مانتے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾

تاکہ جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دے اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔

یہ وجہ ہے ان کے نہ ماننے کی۔۔ اللہ نے اپنے نبیوں کے ذریعے اپنی حجت تمام کر دی اور اب قرآن کے ذریعے ہو رہی ہے۔ اللہ قرآن کو کچے گھروں میں بھی پہنچائے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت سے پہلے اللہ اسلام کو دنیا کے چپے چپے میں پہنچائے گا۔ کچے گھروں میں اسلام پہنچ جائے گا۔ فرمایا طاقت والے کی طاقت کے ساتھ اور زور والے کے زور کے ساتھ اور جو خوشی سے لیتا ہے اس کی خوشی کے ساتھ۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی طریقے سے اسلام پہنچا ہوا ہے۔ رہی بات کہ اللہ کے ن نبی ﷺ 23 سال کوشش کرتے رہے اور کچھ نہ ہوا، تو اللہ کے لئے تو ایک پلک جھپکنے کی بات تھی، سارے ہی مسلمان ہو جاتے۔ کیونکہ؛

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَآ أَرَدْنَٰهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾

جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

اللہ ایک کن کہے تو ساری دنیا کے کافر مسلمان ہو جائیں، سارے مسلمان ٹھیک ہو جائیں۔ لیکن یہ اللہ کی عادت نہیں ہے وہ کن کہہ کے خلق کے کام نہیں کرواتا، بلکہ کہتا ہے تم خود کرو، سوچو اور اپنا حصہ ڈالو۔ اگر زبردستی فرشتوں نے ہمیں جنت دلوائی ہوتی تو پھر جزا اور سزا کس بات کی تھی۔ ایک دفعہ کن کہتے تو ہم نمازی ہو جاتے، دیندار ہو جاتے۔

اس لئے ان ساری چیزوں پر غور کریں کہ اللہ کی قدرت بہت ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن ہمیں موقع دیتا ہے کہ ہم خود کریں۔ اس لئے ہمیں اس کی فکر ہو کہ ہم اپنی اصلاح کریں۔ گویا کہ پورے سبق میں ہم نے دو مختلف کردار دیکھے اور اُن کے راستے کی رکاوٹوں کو دیکھا۔

کل کا سبق بہت خوبصورت ہے کہ کیسے جو اللہ کے راستے میں لائن چینج کر رہے ہوتے ہیں، تبدیلی آ رہی ہوتی ہیں، اس وقت پھر ہم کیا کیا توقع کر سکتے ہیں۔ ہجرت کی بہت خوبصورت باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان سے فائدہ لینے والا بنا دے۔ آمین